موجودہ دور میں شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ کس طرح ممکن ہے؟

مولانا محمد سمیع اللہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے مسلم لیگ (ن) کو صدارت اور وزارتِ عظمیٰ کے دونوں عہدے عطا کیے ہیں۔ اب اُن کی جماعت پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی طرف خصوصی توجہ دے، تاکہ پاکستان کے مطالبہ کا بنیادی مقصد یعنی ’’پاکستان کا مطلب کیا؟ لا إلٰہ إلا اللّٰہ‘‘ (جو پچھلے ۶۷ سال سے کھٹائی میں پڑا ہے) پورا ہو سکے۔ عظیم المیہ یہ ہے کہ ماضی میں اقتدار پر براجمان طبقہ اپنی آئینی ذمہ داریوں سے مجرمانہ غفلت کا بدستور مرتکب رہا ہے۔ اب بھی صورتحال جوں کی توں رہی اور ہم نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو خدانخواستہ ہم مزید قہر خداوندی کے مستحق نہ بن جائیں!

سابق صدر ایوب خان کے دورِ اقتدار میں نافذ کردہ عائلی قوانین جن کی کئی دفعات شریعت اسلامیہ سے متصادم ہیں، ان کو قرآن وسنت کے مطابق تشکیل دیتے ہوئے قانون سازی کا کام عرصہ دراز سے التواء میں پڑا ہے۔ یاد رہے کہ صدر ایوب خان نے مغربی تہذیب کی دلدادہ خواتین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر فضل الرحمٰن، ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی (وزارت مذہبی اُمور) کے ایما پر خلافِ شرع یہ عائلی قوانین بذریعہ آرڈیننس ۱۹۶۱ء میں قوم پر مسلط کیے، جس کا خمیازہ ہم آج تک اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ اُس کی ایک واضح مثال مروجہ سرکاری نکاح فارم ہے، جس کی شریعت سے متصادم کئی دفعات کو آج تک تبدیل نہیں کیا گیا۔

باوثوق ذرائع سے ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ ایک نجی محفل میں بحالتِ کشف شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان ارشاد فرمایا تھا کہ ایوب خان آگ میں جل رہا ہے کہ وہ پاکستان کا پہلا حکمران تھا جس نے مداخلت فی الدین کی ابتدا کی اور شریعت کے احکامات میں تحریف کی بنیاد ڈالی، جبکہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن اُس کے بہت قریب اور دینی معاملات میں اُس کا مشیر خاص تھا۔

جب تک ہم اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلانِ جنگ (یعنی سود کا خاتمہ) اور رُسوائے زمانہ عائلی قوانین کی غیر شرعی دفعات کو کالعدم قرار نہیں دیتے، ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتے۔ کچھ

گمنام اولیاء کرام نے یہ عندیہ دیا ہے کہ پاکستان کی اس زمین کے نیچے تیل، گیس اور معدنیات کے وسیع ذخائر پوشیدہ ہیں جو یہاں اُس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے جب تک کہ یہاں طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ جیسا مرد مومن حکمران جو کشتیوں کو جلاکر شریعتِ اسلامیہ کو بذریعہ نظام خلافت نافذ کرنے کا عزم نہ لے کر آئے۔

اب تو حکمران جماعت کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے اس تیسرے دورِ حکومت میں کم ازکم ان دو بنیادی بُرائیوں (یعنی سُود اور خلافِ شرع عائلی قوانین) کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکیں، پھر دیکھیں کہ اللہ کی نصرت کس طرح آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱:...... ''وَالَّذِینَ جَاهَدُوا فِینَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا''۔ (سورۃ العنکبوت:۶۹)

''اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھادیں گے۔''

۲:...... ''وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ''۔ (آل عمران:۱۳۹)

''اور بے دل اور غمگین نہ ہونا، اگرتم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے''۔

۴:...... ''إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ''۔ (محمد:۷)

''اگرتم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد یہ ہے کہ اہل ایمان، اللہ کے حکموں پر عمل کریں، کیونکہ اللہ کے وعدے اس کے احکام پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

خاتمۂ سُود کے لیے عملی اقدامات

خاتمۂ سود کے عملی اقدامات کے لیے دین دار ماہرین اقتصادیات بالخصوص ڈاکٹر ارشد زمان، درد دل رکھنے والے ممتاز سول سرونٹ اوریا مقبول جان اور نامور صحافی انصار عباسی جیسے بے لوث لوگوں کی خدمات سے استفادہ کیا جائے کہ سُود کی اس لعنت نے ملک کو دیوالیہ بنادیا ہے اور اس کی موجودگی میں کبھی ہم اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوسکتے اور ہمیشہ غیروں کے محتاج اور قرض دار رہیں گے۔ اغیار کی معاشی غلامی یا اپنے وسائل پر خود انحصاری میں کسی ایک راستہ کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اگر نیک نیتی سے ہمارا نصب العین سودی معیشت سے چھٹکارا ہو اور اس کے لیے ہم اخلاص سے اسلام کے معاشی اُصولوں کے مطابق جدوجہد کریں تو لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی اور اُس صورت میں فتح وکامرانی یقینی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خالق کائنات کی طرف خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا حکم ہوا تو اُنہوں نے اللہ پاک سے عرض کی کہ اس لق ودق صحرا میں عبادت کے لیے کون آئے گا؟ تو غیب سے آواز آئی کہ تمہارا کام صدا لگانا ہے، بندے بھیجنا ہمارا کام ہے۔ آج حرمین شریفین میں حج اور عمرہ کے موقعوں پر تلِ دھرنے کی جگہ نہیں ملتی! خوشحالی اللہ کی حدود کو توڑ کر نہیں، بلکہ حدود اللہ کے نفاذ میں ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی حدود میں سے ایک حد کو قائم کرنا اللہ کے ملکوں میں چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ فائدہ مند ہے''۔ (سنن ابن ماجہ)

ہماری غربت وافلاس کی وجہ اللہ کی شریعت سے مُنہ موڑنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو قوم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرے، اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان غربت وافلاس عام کر دیتا ہے‘‘۔ (المعجم الکبیر) اور فرمایا: ’’جب کسی قوم کے حکمران اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کو معطل کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان خانہ جنگی برپا کر دیتا ہے‘‘۔ (شعب الایمان) آج کل ہم اسی قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔ سُود کے فوری خاتمے سے ایک دفعہ ہماری معیشت کو دھچکا تو ضرور لگے گا مگر بقول شاعرِ مشرق، علامہ اقبالؒ:

تُندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب! — یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اُڑانے کے لیے

سُود کی لالی پاپ

سُود کی رسیلی مگر زہریلی میٹھی گولی کا ترک کرنا ہمارے نفس پر بھاری تو ضرور ہوگا، کیونکہ حکومتی سطح پر ہر دور میں سُودی قوانین کو تحفظ فراہم کرنے اور سُودی نظام کا تسلسل جاری رکھنے کے لیے منافقانہ طرزِ عمل اختیار کیا گیا ہے اور اس بے بنیاد پروپیگنڈے کو تقویت دی گئی ہے کہ سُود کے بغیر معاشی نظام نہیں چل سکتا، حالانکہ خود مغربی ممالک سُودی نظام کی تباہ کاریوں سے تنگ آکر اسلامی معیشت کی طرف آنے کے راستے تلاش کر رہے ہیں، مگر ہمارے نام نہاد ماہرین معاشیات غیرسُودی معیشت کے ناقابل عمل ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں ۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کُجا ماند مسلمانی!

اگر ہم سابقہ لغزشوں کی معافی اور کفارہ کے طور پر سُود کو زہرِ قاتل سمجھ کر اس کے خاتمے کے لیے کمر بستہ ہوگئے تو نہ صرف ہم غیر ملکی شکنجوں سے نجات حاصل کرسکیں گے، بلکہ خوشحالی اور اقوامِ عالم میں عزت وآبرو اور قدر ومنزلت ہمارا مقدر ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ‘‘۔ (البقرۃ:۱۵۵)

ترجمہ ’’ہم کسی قدر خوف، بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سُنادو‘‘۔

قرآن مجید نے نہ صرف سُود کو حرام قرار دیا ہے، بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سُودی لین دین کرنے والوں کے خلاف جنگ کا اعلان بھی کیا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی (یعنی احیائے اسلام کے سلسلہ میں جدوجہد کرنے والا بندہ) کو اذیت (ذہنی یا جسمانی) پہنچانے والوں کے خلاف بھی اعلانِ جنگ کیا ہے۔ اگر حکومتِ وقت سُود کے بارے میں اپنی موجودہ روش پر قائم رہی تو اسے پھر اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ کے لیے کیا دیر ہے کہ زمین کو ہلکی سی جنبش دے اور

ہولناک زلزلے برپا ہوجائیں یا دریاؤں اور سمندر سے پانی اُچھل کر طغیانیاں تباہی مچادیں!

عائلی قوانین کی غیر شرعی دفعات کا خاتمہ

علمائے حق کی رائے میں مروجہ نکاح فارم میں قرآن وسنت کے مطابق تصحیح، ترمیم اور اصلاح کے لیے مندرجہ ذیل اُمور کی طرف حکام کی فوری توجہ درکار ہے:

۱:......شادی کی عمر کا تعین

اخباری اطلاعات کے مطابق حکومتِ پاکستان، اسلامی نظریاتی کونسل کی تجویز کی روشنی میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے شادی کی کم ازکم عمر بالترتیب ۱۸اور۱۶سال مقرر کرنے پر غور کررہی ہے۔شادی کی عمر کا مجوزہ تعین شرعی لحاظ سے بلوغت کی عمر سے زائد ہے۔قانونِ فطرت اور جدید طبی تحقیق کے مطابق ۱۴/۱۵سال کی عمر میں بلوغت (Puberty) کا آغاز ہوجاتا ہے،یعنی عورتوں میں ایام حیض کے شروع ہونے سے اور مردوں میں داڑھی مونچھ اُگ آنے اور مادہ تولید کے پیدا ہونے سے۔ بلوغت کی اس فطری ترتیب کے باوجود ملک میں کمسنی کی شادی کے واقعات رونما ہورہے ہیں۔ارباب اقتدار کو چاہیے کہ معاشرے میں شادی بیاہ اور جہیز کے معاملات میں خلافِ شرع رسم ورواج کی روک تھام کے لیے شریعت کے مطابق قانون سازی کریں۔

قرآن مجید کے مطابق شادی (یعنی نکاح ورُخصتی) صرف نساء (یعنی بالغ عورتوں) سے ہی جائز ہے۔ دین فطرت میں نکاح (شادی) کا بنیادی مقصد جائز (شرعی) طریقے سے جنسی تسکین اور افزائش نسل ہے۔ظاہر ہے کہ ایک نابالغہ لڑکی قانونِ فطرت کی وجہ سے ازدواجی زندگی کے جملہ تقاضے (مباشرت یعنی وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت وشعور، اُمورِخانہ داری یعنی کھانے پکانے کا طریقہ و تجربہ اور گھر کی نگہداشت وغیرہ) پُورے کرنے کی اہل اور متحمل ہی نہیں ہوسکتی۔ مزید برآں وہ عدم بلوغت کی وجہ سے بچے بھی پیدا نہیں کرسکتی، لہٰذا نابالغہ لڑکی کو بیاہ کرلانے سے شادی کا سارا مقصد ہی سِرے سے فوت ہوجاتا ہے،لہٰذا حکومت کم سنی کی شادی کی حوصلہ شکنی کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جہاں قرآن وسُنت سے متصادم قانون سازی نہیں ہوسکتی، جب کہ سندھ اسمبلی میں ۱۸سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی پر پابندی کا بل اتفاقِ رائے سے منظور کرلیا گیا ہے، حالانکہ شریعت میں نکاح کے لیے کوئی عمر متعین نہیں، بلکہ بلوغت شرط ہے جوکہ گرم اور سرد مما لک میں مختلف ہوسکتی ہے۔ مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کی نقالی اور ترویج میں صوبائی اسمبلی نے جو سبقت دکھائی ہے، وہ نہ صرف افسوسناک ہے بلکہ باعث تشویش بھی ہے۔

۲:......طلاق کا حق

شریعتِ اسلامیہ نے طلاق کا حق مرد کو دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مرد کو افضل بنایا ہے،یعنی اس کا

حق عورت سے زائد ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ''۔ (النساء:۳۴)

یعنی: ''مردوں کو عورتوں پر قوام (نگہبان) بنایا گیا ہے، کیونکہ وہ عورتوں سے زیادہ طاقت اور قوت والے ہیں اور اُن کی کفالت کے بھی ذمہ دار ہیں تو جو نیک صالح بیویاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال وآبرو کی) خبر داری کرتی ہیں۔''

قرآن کی رُو سے عورت کو طلاق دینے کا حق صرف مرد کا ہے۔ عورت کو خاوند سے ناچاقی اور بد سلوکی کی صورت میں خلع لینے کا اختیار ہے۔ اُس صورت میں وہ حق مہر (اگر ادا نہ ہوا ہو) کا مطالبہ نہیں کرسکتی، مگر جب مرد طلاق دے تو بقیہ حق مہر کا وہ مطالبہ کر کے وصول کرسکتی ہے۔ اس ضمن میں مروجہ نکاح نامہ کی شق نمبر ۱۸-۱۹ کے تحت شوہر کا بیوی کو حقِ طلاق تفویض کرنا ایک غیر فطری عمل ہے اور شوہر کے جائز حق پر قدغن ہے، جس کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ لہٰذا ان دو شقوں کو نکاح نامہ سے حذف کر دینا چاہیے۔ البتہ اگر مرد نان ونفقہ اور دیگر شرعی عائد کردہ ازدواجی ذمہ داریاں پورا نہ کرنے کی صورت میں عورت کے مطالبہ پر خلع سے انکار کرے تو اس صورت میں عورت کا عدالت سے رجوع کر کے فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرنا حق بجانب ہوگا، مگر مروجہ عائلی قوانین میں حالیہ ترمیم کے بعد عورت کا عدالت میں صرف یہ کہہ دینا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، طلاق کی ڈگری کے حصول کے لیے کافی ہے، حالانکہ شریعت میں اس کے لیے معقول عذر کا ہونا ضروری ہے۔ سابقہ حکومت کی اس غیر شرعی چھوٹ دینے کی وجہ سے طلاق کی شرح میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا سرکاری اور نجی شعبہ میں ایسے Comfort Centres (فلاحی وسماجی مراکز) کھولنے کی ضرورت ہے جہاں روٹھے میاں بیوی کے اختلافات ختم کرنے کے لیے مخلص معاونین کی خدمات مل سکیں، تاکہ خاندانی نظام کو تباہ وبرباد ہونے سے بچایا جاسکے۔

۳:...... طلاق کا مسئلہ

اہل سُنت (احناف) کے نزدیک مرد اگر ایک ہی نشست میں تین بار طلاق دے تو وہ طلاق مغلظ یعنی مکمل ہو جاتی ہے اور بیوی شرعی لحاظ سے اُس سے جُدا ہو جاتی ہے اور اُسی تاریخ سے اس کی عدت کا شمار شروع ہو جاتا ہے، مگر عائلی قوانین کے آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۱ء کے تحت ایسا نہیں ہے، بلکہ اس کے تحت فریقین کا معاملہ عدالت (فیملی کورٹ) میں پیش ہوتا ہے، جہاں بحث ومباحثہ شروع ہوتا ہے اور عرصہ دراز تک تاریخیں پڑتی رہتی ہیں، جو کہ شریعت کے قانون کی خلاف ورزی ہے۔ بیک وقت تین طلاق کے بعد سابقہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے نامحرم ہو جاتے ہیں اور ان کو ایک ساتھ رہنے کا کوئی جواز نہیں اور نہ ہی اس مسئلہ میں چیئر مین ثالثی کونسل کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ

جب میاں بیوی کا رشتہ ہی ختم ہوگیا تو پھر ثالثی یا صلح وصفائی کس بات کی؟

۴: ...... دوسری شادی کے لیے اجازت نامہ کا حصول

عائلی قوانین مجریہ۱۹۶۱ء کے تحت مرتب کردہ مروجہ نکاح فارم کی شق نمبر:۲۱ بھی شریعت سے متصادم ہے۔ مرد کو جائز ضرورت کے تحت دوسری شادی کی اجازت ہے۔ شریعت نے اس پر کوئی بندش نہیں لگائی۔ البتہ اس ضمن میں قرآن مجید کا بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے کا قانون واضح ہے، ملاحظہ ہو:

’’وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُوْلُوْا‘‘۔(سورۃ النساء:۳)

’’اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں ان سے انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار ان سے نکاح کرلو۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کرسکو گے تو ایک عورت کافی ہے یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس طرح سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے‘‘۔

لہٰذا چیئرمین ثالثی کونسل سے مرد کو دوسری شادی کرنے کی اجازت لینا یا اس کے لیے کوئی پیچیدہ طریقہ کار کو وضع کرنا مداخلت فی الدین ہے۔ کیونکہ عائلی قوانین میں مروجہ نکاح فارم کی شق نمبر:۲۳ کے تحت دوسری شادی کے لیے اجازت نامہ کا حصول ضروری ہے، جبکہ شریعت اسلامیہ میں یہ ضروری نہیں اور غیر ضروری کو ضروری قرار دینا ہی مداخلت فی الدین ہے اور اس لیے اس شق کو بھی کالعدم کرنے کی فوری ضرورت ہے، کیونکہ جب تک نکاح یا خلع کے غیر شرعی عائلی قانونی تقاضے سرکاری نکاح فارم کے مطابق پورے نہیں ہوتے، مرد یا عورت دوسری شادی نہیں کرسکتے۔ مروجہ قانونی چارہ جوئی کی وجہ سے فریقین (یعنی سابقہ میاں، بیوی) عرصہ دراز تک عدالتی پیشیوں کے چکروں میں پھنسے رہتے ہیں جو اُن کی بعد از خلع یا طلاق نئی ازدواجی زندگی کی راہ میں نہ صرف بیجا رکاوٹ اور اذیت کا باعث ہے، بلکہ حد درجہ عدالتی تاخیر کی وجہ سے جنسی بے راہ روی کی راہیں ہموار کررہی ہے۔

۵: ......شادی کا نصب العین

اسلام میں شادی یا نکاح ایک فریضہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب اولاد سن بلوغ کو پہنچ جائے تو اُن کے نکاح کردیئے جائیں۔ اسلام دین فطرت ہے، اس نے ہر خرابی کو جڑ سے کاٹنے کے لیے بہترین راستے اور طریقے بتادیئے۔ نکاح کو ہمارے دین نے جتنا سہل اور آسان بنایا، بدقسمتی سے مسلمانوں نے اسے اتنا ہی مشکل اور محال بنادیا جس کی وجہ سے شادی بیاہ کے معاملات میں غیر ضروری تاخیر ہونے سے نوجوانوں کی عمریں ڈھل رہی ہیں۔ ہمارے معاشرے کی خرابی کی اصل جڑ ریاکاری اور نمائش ہے۔ شادیوں میں زیادہ سے زیادہ خرچ کر کے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں میں

ہماری عزت اور بڑا نام ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو نمود ونمائش میں خرچ کرنا اور اس کو اچھا جاننا شیطانی کام ہے اور اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ (القرآن، سورۂ بنی اسرائیل: ۲۷)

شریعتِ اسلامیہ میں شادی کا نصب العین Good Will (خوش اسلوبی) ہے، جو تب بھی ممکن ہے کہ جب میاں بیوی میں مہر ومحبت ہو اور یہ اسلامی طرزِ زندگی ہی بسر کرنے سے ممکن ہے۔ اس کے لیے حکومت کو مغربی تہذیب کے Flood Gates of Sex (جنسی آوارگی وعیاشی کے طوفانی دروازے) بند کرنے ہوں گے، یعنی مرد وزن کی مخلوط محفلیں، ریڈیو اور ٹی وی پر نشر فحش ڈرامے اور پروگرام، بے پردگی، بے حیائی اور فیملی پلاننگ کے تحت Condom اور مانع حمل انجکشن وادویات کا بے دریغ اور خلافِ شرع استعمال وغیرہ۔ علاوہ ازیں ان ادویات کی غیر شادی شدہ افراد کے لیے استعمال کی قانونی ممانعت کی جائے جو ملک میں بدکاری کے فروغ کا موجب بن رہا ہے، جس کا تدارک کرنا بھی اشد ضروری ہے۔ بنابریں ملکی سطح پر فیملی پلاننگ پروگرام کے غلط اطلاق کو بھی فوری روکا جائے، تاکہ منکرات کا خاتمہ ہو۔

بے حیائی شیطان کا ہتھیار رہے۔ شیطان بڑے عیارانہ انداز سے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ فحاشی کو فروغ دیتا ہے اور اس کے حیلے بہانے تراشتا ہے۔ زنا بالرضا کے لیے فیملی پلاننگ پروگرام اس کا دلفریب جھانسہ ہے جو اس گناہِ کبیرہ کو نہ صرف تحفظ فراہم کرتا ہے، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے جس کی وجہ سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک بڑا حلقہ بے حیائی اور بے غیرتی کے عمیق غار میں گرتا جارہا ہے۔ اس لیے غیر ملکی امداد سے چلنے والے ایسے اخلاق سوز پروگراموں کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے، تاکہ اخلاقی بُرائیوں کا جڑ سے خاتمہ ہو اور ازدواجی زندگیاں خوشگوار گزر سکیں۔

نفاذِ شریعت کے لیے دینی بصیرت سے عاری حکمتِ عملی کا انسداد

ہمارے معاشرے میں بگاڑ کا بنیادی سبب قول وفعل کا تضاد ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے، اس لیے اس سے اجتناب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی اولین شرط ہے۔ اسلام مغرب کے سُودی (سرمایہ دارانہ) نظام، ملحدانہ جمہوریت اور حیا سے عاری دجالی تہذیب کے مقابلے میں ایک اعلیٰ وارفع نظامِ حیات پیش کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں اور بالخصوص اربابِ اقتدار کو یہ باور کروانا چاہتا ہے کہ ملک میں موجودہ جاری وساری باطل نظام کے تحت اسلام کا نفاذ ممکن نہیں۔ لہٰذا شریعت اسلامیہ کو بذریعہ نظامِ خلافت نافذ کریں، کیونکہ نظامِ خلافت کا قیام ہی ملکی سالمیت کی ضمانت دے سکتا ہے، مگر غیروں سے گلہ ہی کیا، خود اپنوں نے اس دیرینہ ملی مطالبہ کو التوا میں ڈالنے کے لیے دینی بصیرت سے عاری ایسی حکمتِ عملی وضع کی ہے جس کے تحت ایک جانب ریڈیو، ٹی وی اور میڈیا پر مغرب میں یہود ونصاریٰ کے ہاں سے اسلامی علوم میں P.H.D (پی ایچ ڈی) کی ڈگریاں حاصل کرنے والے نام نہاد اسلامی اسکالر دینی احکامات وتعلیمات کا حلیہ بگاڑ کر اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں

www.banuri.edu.pk

اور اِس طرح ملک میں انتشار پھیلا رہے ہیں اور دوسری طرف خود حکومت ورلڈ بینک، IMF اور دیگر غیر ملکی کمپنیوں اور ملکی بینکوں سے سُودی قرضے لے کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کو طول دے رہی ہے۔ اس لحاظ سے ذلت ورُسوائی دین سے رُوگردانی کرنے والے حکمرانوں کا مقدر بن چکی ہے اور عوام مہنگائی، بدعنوانی، رشوت، قتل وغارت اور ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں، جس کا مداوا ضروری ہے، تاکہ یہ ملکِ عزیز مزید ٹوٹ پھوٹ کی نذر نہ ہوجائے۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ شرعی احکامات کے خلاف یہ بغاوت اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو دعوت دے رہی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ اس مسلسل ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہم مزید آسمانی آفات بالخصوص سیلابوں اور زلزلوں کا شکار نہ ہوجائیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا دائرۂ عمل واختیارات

اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے جس کا کام آئین کی دفعہ: ۲۳۰ کے تحت دینی معاملات میں حکومت کی راہنمائی کرنا ہے اور اِسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرنا اور اسلامی احکام کو نافذ کرنے کے لیے موزوں شکل میں مدون کرنا ہے۔

سابق صدر ضیاء الحق دین کے داعی تھے اور ملک میں نفاذِ اسلام چاہتے تھے، انہوں نے سرکاری دفاتر میں نماز باجماعت کا اہتمام کروایا، نظام زکوۃ کا حکومتی سطح پر احیا کیا، شرعی حدود کا نفاذ کیا، علما کا وقار بلند کر کے معاشرے میں ان کو جائز مقام ومرتبہ دینے کی کوشش کی۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علما میری Constituency ہیں، یعنی وہ میرے حلقہ کے ووٹر ہیں۔ اس مقصد کے لیے عموماً وہ ہر سال علماء ومشائخ کی کانفرنس بلاکر اُن کا اکرام کرتے تھے۔ ۱۹۸۵ء کے آخر میں نفاذِ اسلام کی رفتار کا جائزہ لینے کے لیے اُنہوں نے ایسی ہی ایک علماء ومشائخ کی کانفرنس بلائی جس میں شرکا نے اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کیا۔ آخر میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب جو اُس وقت اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین تھے (اور یہ گنہگار اُن کا نائب یعنی اسلامی نظریاتی کونسل کا سیکرٹری تھا) کو اپنے خیال کے اظہار کا موقع دیا گیا۔ اُنہوں نے بڑی جُرأت ایمانی سے کام لے کر صدر صاحب پر واضح کیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل آپ کو اسلامی نظام کے رائج کرنے کے لیے سفارشات پیش کرتی ہے، مگر وہ کسی نہ کسی حیلے وبہانے سے سرد خانے میں ڈال دی جاتی ہیں، جس سے نفاذ اسلام کا کام بُری طرح سے متأثر ہورہا ہے، لہٰذا بغیر عمل کے ایسی کانفرنسیں بلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس پر صدر ضیاء الحق صاحب جلال میں آگئے اور مائیک پر آکر چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کو مخاطب کر کے کہا کہ میں آپ کو تین دن کے لیے بچہ سقہ کی حکومت دیتا ہوں، آپ اسلام نافذ کر کے دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس غیر شعوری جسارت کو معاف فرمائیں، کیونکہ اُن کی اسلام سے وابستگی اور دینی خدمات مسلمہ ہیں۔

اسلام دینِ فطرت ہونے کے ناطے سے ابدی ہے اور دورِ حاضر میں بھی ناقابل عمل نہیں اور نہ ہی اس کے نفاذ کے لیے تین دن کی مہلت درکار ہے۔ اہل اسلام نے تقریباً تیرہ سو سال تک قرآن مجید کو

دستور بنا کر دنیا میں حکمرانی کی اور اس طرح دینِ حق نے ایک بہترین معاشی نظام بھی دیا۔ واضح رہے کہ دو سو سال قبل عالمِ اسلام کی جملہ معیشت سُود سے پاک تھی اور اُس وقت کا معاشرہ آج سے کہیں زیادہ خوشحال اور پُر امن تھا۔ آج بھی خلافتِ راشدہ کا وہ پُر شکوہ اور مثالی دور واپس آ سکتا ہے۔ صرف ضبطِ نفس، انتھک محنت اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ سے کر کے صدقِ دل سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ راہ کٹھن ضرور ہے، مشکلات اور آزمائشیں آئیں گی، مگر جو ثابت قدم رہے وہ کامیاب ہوں گے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے:

''وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ''۔ (الطلاق:۲،۳)

''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے (رنج ومحن سے) مخلصی/خلاصی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم وگمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کی کفایت کرے گا۔''

اسی طرح انگریزی زبان کا یہ مقولہ Where there is a will there is a way سو فیصد درست ہے، یعنی اگر کوئی کام کرنے کا مصمم ارادہ کر لے تو اُس کے لیے راہیں نکل آتی ہیں۔

ایک گمراہ کُن غلط فہمی کا ازالہ

ناقدین کا یہ عذر بے معنی ہے کہ پاکستان میں کون سا اسلام رائج کیا جائے کہ یہاں تو کئی فرقے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں حتمی ارشاد ہے:

''اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا''۔ (المائدۃ:۳)

''اور آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔''

اور حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر واضح کر دیا کہ:

''ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب اللّٰه و سنة رسولهٖ''۔ (موطا امام مالک)

''میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اور اگر تم نے اُن کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: ایک اللہ کا کلام یعنی قرآن مجید اور دوسرا میری سُنت''۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ستفترق أمتی علی ثلثة وسبعین فرقة، واحدة منها ناجیة و البواقی هالکة أو کلهم فی النار إلا واحدة، فسئلوه أی فرقة ناجیة؟ یا رسول اللّٰه! قال: ما أنا علیه وأصحابی''۔ (نسائی)

ترجمہ: ''یہود (بنی اسرائیل) ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور میری اُمت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی، وہ سب ناری (یعنی جہنمی ہوں گے) سوائے ایک کے۔ عرض کیا گیا: وہ

www.banuri.edu.pk

خوش نصیب لوگ کون ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ لوگ یا گروہ جو میرے اور صحابہؓ کے راستے پر چلنے والا ہو‘‘۔

اس سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ اسلام نام ہے طریقۂ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع ہم پر لازم ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ ہم پہلے توبہ تائب ہو کر اپنے سابقہ گناہوں کا کفارہ ادا کریں، تب ہی بفضلہٖ تعالیٰ ہم اسلام کا نفاذ کرنے کے اہل ہو سکیں گے۔

لمحہ فکریہ: اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ہم سودی معیشت کو جاری رکھ کر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں۔ ہم نے معاذ اللہ بغاوت کر رکھی ہے۔ سماجی و معاشرتی اعتبار سے دیکھیں تو ملک میں فحاشی اور عریانی کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ یہ شیطنت بھی اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی بغاوت ہے۔ سیاسی پہلو سے دیکھا جائے تو ہماری پارلیمنٹ تحفظ نسواں بل جیسے غیر اسلامی قوانین بناتی ہے۔ ہماری عدالتیں قرآن وسنت کی بالادستی کی شق کو آئین کی دوسری شقوں کے مساوی قرار دے کر غیر اسلامی شق کے مطابق فیصلے کرتی ہیں۔ گویا سیاسی اعتبار سے بھی اسلام نہیں ہے، پس جب ملک میں اسلام نہ سیاسی اعتبار سے ہے اور نہ معاشی و معاشرتی اعتبار سے تو پھر ’’اسلامی جمہوریہ پاکستان‘‘ نام میں کیا معنویت رہ جاتی ہے؟! ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہمارے عائلی قوانین تک غیر اسلامی ہیں، جو ایوب خان نے ایک منکر حدیث کے کہنے پر نافذ کیے تھے، حالانکہ مسلمانوں کے عائلی قوانین تو انڈیا جیسے ہندو اکثریت کے ملک میں بھی محفوظ ہیں۔ یہاں تو ۹۵ فیصد مسلمان آباد ہیں اور پھر بھی ہم غیر اسلامی نظام کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو صحیح سمجھ بوجھ اور اخلاص کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

نفاذِ شریعت کے لیے پختہ عزم اور نیک نیتی کی ضرورت

وقت آ گیا ہے 67 سال سے اسلام اور نفاذ اسلام کے معاملے میں جو دورنگی اور نیم دِلی چلی آتی ہے، اسے ترک کر کے یک رنگی اختیار کی جائے اور سنجیدگی اور پورے عزم کے ساتھ اسلامی نظریہ اور نظام زندگی کو بفضلہٖ تعالیٰ بالادست اور غالب کیا جائے، جس کے تحفظ کا عہد ہر رکن اسمبلی، وزیر، اسپیکر، ملک کا وزیر اعظم اور صدر کرتا ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نفاذِ اسلام کا کام اختیاری (Optional) نہیں، یہ ہماری شرعی ذمہ داری ہے، پھر یہ ریاست پاکستان کا مقصد وجود بھی ہے۔ اس کے بغیر ہماری آزادی ادھوری اور ریاست کا نظریاتی جغرافیہ نامکمل، مبہم اور غیر واضح ہے۔ بانی پاکستان نے فرمایا تھا کہ: ’’پاکستان کا مطلب یہ نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب مسلم نظریہ ہے، ہمیں صرف اپنی آزادی حاصل نہیں کرنی، بلکہ اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں اور اسلامی تصورات اور اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔‘‘ (۲۴ نومبر، ۱۹۴۵ء، پشاور میں مسلم طلبا سے خطاب)

اسلامی نظریے کی بالادستی ہی اس ملک کی بقاء واستحکام کی بنیاد ہے اور جس قدر ہم اس نظریے سے

انحراف کریں گے، ریاست کی بنیاد کمزور ہوتی جائے گی اور اس وحدت اور بقا کو لاحق خطرات اور علیحدگی پسندی کے جذبات میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ پاکستان کے مشرقی بازو کی علیحدگی اس کی واضح مثال ہے، اس لیے فوری طور پر غیر اسلامی قوانین کا خاتمہ کیا جائے، بلکہ آئین میں موجود چور دروازوں کو بھی بند کیا جائے، جن سے شریعت سے فرار کا راستہ نکلتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ دستور میں ترمیم کے ذریعے قرار دادِ مقاصد (دفعہ: ۲،الف) کو پورے دستور پر حاوی قرار دیا جائے۔ دفعہ: ۲۲۷ (اسلامی احکام) کو دفعہ: ۲، ب کی حیثیت دے کر قرار دادِ مقاصد سے ملحق کر دیا جائے۔ اور وفاقی شرعی عدالت (Federal Shariah Court) کو مستحکم کیا جائے اور اس کے لیے اس کے دائرہ کار پر عائد جملہ تحدیدات ختم کی جائیں جو آئین کی دفعہ (۲۰۳-ج) کے تحت اس پر عائد کی گئی ہیں۔ مزید برآں جید علماء کرام اور مفتیانِ عظام کو بطور جج وفاقی شرعی عدالت میں تعینات کیا جائے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ موجودہ آٹھ جج صاحبان میں سوائے ایک کے کوئی بھی عالم دین نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بلاسُودی معیشت کے طریقہ کار پر نظرثانی کا ریفرنس پچھلے بارہ سال (یعنی ۶ جون ۲۰۰۲ء) سے وفاقی شرعی عدالت میں جُوں کا تُوں پڑا ہوا ہے۔ یہ ایک انتہائی اہم معاملے کو سرد خانے میں ڈالنے کی بدترین مثال ہے، لہٰذا پہلے مرحلے میں حکومت نیک نیتی کے اظہار کے طور پر سُود کے حق میں دائر اپنی اپیل سُپریم کورٹ سے واپس لے۔ سچے جذبے کے بغیر نیم دِلانہ اقدامات سے غیر سُودی نظام رائج کرنے کا کام نہ پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا!

ہمارے مسائل کا حل صرف اسلام میں ہے

اللہ تعالیٰ کے قوانین (شریعت) کے نفاذ کے بغیر پاکستان میں امن وامان، عدل وانصاف، خوشحالی اور منکرات کا خاتمہ ممکن نہیں، اس حقیقت کا جس قدر جلد ادراک کر لیا جائے اُتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔ پہلے ہی ہم ۶۷ سال باطل نظاموں کا طوق پہن کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو چکے ہیں۔ کاش! کہ ہم جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی ہمارا حامی و ناصر نہیں، لیکن اللہ کی مدد حاصل کرنے کی ایک شرط ہے کہ اس کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس کے ہو کر رہ جائیں۔ اس کی کبریائی کا اعلان کریں اور یہ عہد کریں کہ رب کی دھرتی پر رب کا ہی نظام نافذ کریں گے، إن شاء اللّٰہ۔

یہاں اصل بنیادی مسئلہ آئین (دستور) نہیں، بلکہ اسے نافذ کرنے والے ہیں، کیونکہ اسلامی دستور کی کامیابی سے نفاذ کا انحصار دیگر کئی باتوں کے علاوہ مخلص دینی جذبے سے سرشار دیانت دار قیادت پر ہے، جبکہ دینی ذہن رکھنے والے بیوروکریٹوں کی ایک اچھی خاصی تعداد، نیز معاشرتی ماحول کا اسلامی مزاج میں ڈھلنا بھی بنیادی امر ہے۔ اب غور کیا جائے تو مسلمانوں میں بمشکل دس فیصد لوگ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہونے کی وجہ سے دین دار سمجھے جاتے ہیں۔ پھر ان دس فیصد میں بمشکل دو فیصد ہی ایسے ہوں گے جو لین دین، کاروباری معاملات، وراثت کی تقسیم، آمدن اور اخراجات میں شریعت کی مکمل پابندی کرتے ہوں۔

www.banuri.edu.pk

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ نظامِ تعلیم میں نظریاتی سطح پر بنیادی تبدیلیوں کی فوری ضرورت ہے، تاکہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہوسکے۔ لیکن یہ کتنے دُکھ کی بات ہے کہ اسکولوں میں شلوار قمیص کی بجائے ابتدا ہی سے بچوں کا یونیفارم پینٹ، شرٹ اور ٹائی رکھی گئی ہے اور قرآن کی زبان عربی کی بجائے نہ صرف انگریزی کو شروع سے ہی لازمی مضمون قرار دے دیا گیا ہے، بلکہ اسے ذریعۂ تعلیم بھی بنادیا ہے، جس سے اسلامی تشخص واقدار کا تنزّل و پامالی اور مغربی ثقافت کا فروغ پانا ایک قدرتی امر ہے۔ اگر اربابِ اقتدار نے ہنگامی بنیادوں پر اس طرف توجہ نہ دی تو ہماری آئندہ نسلوں کو تباہی کے دھانے پر پہنچانے میں کوئی چیز مانع نہ ہوگی اور کوئی بعید نہیں کہ پاکستان جیسا اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ملک اسلامی نظامِ حیات کی ترویج کی بجائے مغربی تہذیب و تمدن کا گہوارہ نہ بن جائے۔ اس لیے حکومتِ وقت کو نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کو اسلامی دھارے میں لانے کی فکر کرنی چاہیے جو آئینِ پاکستان کا تقاضا ہے۔ پاکستان کا آئین حکومت کو پابند کرتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو عام کرے، مگر اس کے برعکس ہمارے تعلیمی ادارے یعنی اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں قرآن وسنت اور شریعت کی تعلیم نہیں دی جارہی، جو کہ ہماری روحانی اور اخلاقی انحطاط کا موجب ہے اور جس کے ازالہ کی اشد ضرورت ہے، تاکہ ہمارا خالق و مالک راضی ہوجائے۔ اس میں کوئی شک نہیں جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کے ہوجاتے ہیں اور اس سے زیادہ انسان کی اور کیا خوش نصیبی ہوسکتی ہے؟

دعوتِ فکر و عمل

مقامِ افسوس ہے کہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف صاحب کا دین کی طرف رجحان ہے، مگر اس کے باوجود وہ کسی سیاسی مصلحت کی وجہ سے شریعت نافذ نہیں کررہے۔ اُن کو باری تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید (سورۃ المائدۃ کی آیت: ۴۴، ۴۵ اور ۴۷) میں اللہ کے احکام کے مطابق حکم نہ صادر کرنے والوں کو کافر، ظالم اور فاسق قرار دیا گیا ہے۔ اور تینوں گروہ جہنم میں جانے والے ہیں۔

جنوب مشرقی ایشیا کے ایک چھوٹے سے مسلمان ملک برونائی کے حاکم' سلطان حسن البلقیہ نے ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کردیا ہے۔ برونائی اسلام کے نام پر معرض وجود میں نہیں آیا، جبکہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ پاکستان کے حکمران، برونائی کے سلطان ہی سے سبق سیکھ کر ملک میں اسلام نافذ کردیں۔ قیامِ پاکستان سے اب تک نفاذِ شریعت سے فرار ہی اصل خرابیوں کی جڑ ہے اور اسی دوغلی پالیسی نے ملکی سالمیت کے لیے خطرات بڑھادیئے ہیں۔ نفاذ شریعت کے لیے اسلام نے خلافت کا نظام وضع کیا ہے، جس کے احیاء کی اب پھر شدت سے ضرورت ہے، کیونکہ اس کے بغیر اسلام کا کھویا ہوا وقار اور عظمت بحال نہیں ہوسکتی، لہٰذا خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے کوشش کرنا فرض ہے اور اس سے غفلت برتنا اللہ کی ناراضگی کو مول لینا ہے۔

قائداعظم نے مرض الوفات میں اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے اپنی آخری خواہش کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کیا: ''تم جانتے ہو جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا تو میری روح کو کس

قدر اطمینان ہوتا ہے، یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا کبھی نہیں کرسکتا تھا، میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا، اب پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے‘‘۔ (ڈاکٹر ریاض علی شاہ، روزنامہ ’’جنگ‘‘ ۱۹۸۸ء)

اس سے معلوم ہوا کہ قائداعظم ملک میں خلافت راشدہ کا نظام جاری کرنا چاہتے تھے، کیونکہ پاکستان کی نجات صرف نظامِ خلافت کی بحالی میں ہی ہے، جو یہاں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی ضمانت دے سکتا ہے۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز نے اپنے خطبۂ حج (۱۴۳۴ھ) میں کہا ہے کہ ’’شریعت کو نافذ کرنے سے کامیابی ہمارے قدم چومے گی‘‘۔ یہی اصل کی طرف لوٹنے کا وہ کامیاب نسخہ ہے جس کے بغیر ہم شفایاب نہیں ہوسکتے۔

شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لیے کسی لمبی چوڑی مشق (Exercise) کی ضرورت نہیں۔ مجاز حاکم چاہے وہ خلیفہ وقت ہو یا مملکت کا صدر یا ملک کا وزیراعظم، صرف پانچ منٹ کے لیے قوم کے سامنے خطاب اور تحریری حکم نامہ سے ملک میں اسلام کا نفاذ کرسکتا ہے، اس طرح کہ وہ سرکاری طور پر اعلان کردے کہ آج مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ (یا جو بھی تاریخ مناسب سمجھیں) کو ملک میں جو بھی شریعت سے متصادم قوانین رائج ہیں (یعنی سُودی لین دین اور کاروبار، خلاف شرع عائلی قوانین، اخلاقی بندش سے عاری فیملی پلاننگ پروگرام وغیرہ) وہ کالعدم ہیں اور شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ملک کا واحد سپریم لاء قرار دینے سے اسلام کا نفاذ ہوگیا۔ باقی جس طرح پانی اپنا راستہ خود بنالیتا ہے، اسی طرح بفضلہٖ تعالیٰ ملک میں اعلان شریعت کے بعد شریعت اپنے نفاذ کے لیے خود راہیں ہموار کرلے گی۔

حرفِ آخر

الغرض پاکستان میں شریعت کو نافذ کرنے کے لیے انتھک محنت و ہمت اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا اہل دین کے لیے احیائے دین اور نفاذِ اسلام کی جدوجہد کے بغیر چارۂ کار نہیں، کیونکہ غلبۂ اسلام مقصودِ مومن ہے۔ اس لیے عوام پُرزور مطالبہ کریں اور اسمبلیوں میں منتخب عوامی نمائندے وزیراعظم، میاں محمد نواز شریف صاحب کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ نفاذ شریعت کے لیے اس جیسی مثالی جُرأت کا مظاہرہ کریں جو انہوں نے یوم تکبیر یعنی مورخہ ۲۸ راکتوبر ۱۹۹۸ء کو ایٹم بم کا دھماکہ کرنے کے یادگار موقع پر کی تھی۔ اس طرح ان کا نام تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور عوامی نمائندوں کو بھی اس کی ترغیب دلانے کا اجر وثواب ملے گا، إن شاء اللّٰہ!

اللہ تعالیٰ اس مرتبہ میاں محمد نواز شریف صاحب کی حکومت کو یہ اہم دینی فریضہ ادا کرنے کی توفیق اور سعادت نصیب کرے۔ امین